اکائی 11 اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ

ساخت

11.1 اغراض ومقاصد

11.2 تمہید

11.3 تصوف کی تعریف

11.4 اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ

11.5 آپ نے کیا سیکھا

11.6 اپنا امتحان خود لیجیے

11.7 سوالات کے جوابات

11.8 فرہنگ

11.9 کتب برائے مطالعہ

11.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- تصوف کسے کہتے ہیں اور تصوف کی تعریف کیا ہے اس کا مطالعہ کریں گے
- اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا کیا حصہ رہا اس کی جانکاری حاصل کریں گے
- اردو کے فروغ میں جن صوفیوں نے حصہ لیا ان کے متعلق جانیں گے
- اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کی اہمیت کیا ہے یہ جانیں گے

11.2 تمہید

تصوف اخلاق کی پاکیزگی، باطن کی صفائی، آخرت کی فکر، قلب کی طہارت اور دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے، انہیں پاکیزہ صفات سے اپنے آپ کو متصف کرنا صوفیائے کرام کا شیوہ رہا ہے۔ تصوف کسی مذہب یا مسلک کا نام نہیں ہے بلکہ تصوف نام ہے ریاضت کا مجاہدیت کا جو قلب پر پڑے پردے کو ہٹاتا ہے اور حقیقت سے روشناس کراتا ہے دراصل یہ ایک فکر کا نام ہے۔

اصل میں تصوف کے کئی نام ہیں:

1۔ علم القلب 2۔ علم الاخلاق 3۔ احسان وسلوک 4۔ تذکیہ وطریقت وغیرہ۔

مگران تمام ناموں کا مفہوم ایک ہی ہے۔اور وہ ہے اپنے آپ کو اور اپنے نفس کو''اخلاقِ حمیدہ''یعنی اچھے اخلاق سے مزین کرنا اور''اخلاق رذیلہ''یعنی برے اخلاق سے پاک اور صاف کرنا۔صوفیائے عظام کی زندگی بے حد مجتہدانہ رہی ہے۔انھوں نے معاشرے سے برائی کے خاتمے کے لیے کڑے اصولوں پر عمل کیے۔

صوفیائے کرام نے صبر و تحمل اور برداشت کی تعلیم دی انھوں نے ہر طرح کے تعصب،نفرت اور تنگ نظری سے عوام کو بچنے کی تعلیم دی، چوں کہ تصوف کا مفہوم ہی یکسو ہونا اور پوری یکسوئی سے متوجہ ہونا ہے۔اس لیے صوفیا نے اپنے اپنے عہد میں مذہب اور زبان کی اشاعت میں یکسوئی کے ساتھ تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔جہاں گئے اس علاقے کی بولیوں کا سہارا لیا وقت اور حالات کے تقاضے کو محسوس کرتے ہوئے اپنے مقصد کے حصول کے لیے کام کرتے رہے۔اس وقت جب کہ عربی، فارسی اور ترکی زبان کا چلن عام تھا انھوں نے یہ محسوس کیا کہ اپنے روحانی پیام کو ہندوستان کے عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے ادب کا سہارا لینا ہوگا جس کے ذریعے روحانیت کا فیض عوام کو پہنچے گا۔تصوف انسانی روح کا اپنے مالک حقیقی سے ملنے کا شدید اشتیاق ہے۔تصوف اخلاق کی روح اور ایمان کا عروج ہے۔تصوف کی بنیاد شریعت اسلامی ہے اور قرآن و حدیث اس کا منبع ہے۔اس ضمن میں شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

> ''ایں راہ کسے یابد کہ کتاب بر دست راست گرفتہ باشد و سنت مصطفیٰ ﷺ بر دست چپ و در روشنائی ایں دو شمع می رود تا نہ در مغاک شبہت افتد نہ در ظلمت بدعت''

> ''یعنی تصوف کی راہ کو وہی بشر پا سکتا ہے جو اللہ کی کتاب کو سیدھے ہاتھ میں اور رسول کی سنت کو الٹے ہاتھ میں رکھا ہو اور ان دونوں چراغوں کی ضو پاشی میں راہ سلوک کو طے کرے تا کہ گمراہی اور تاریکی سے محفوظ رہے۔''

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری جو صوفیائے کرام میں امتیازی مرتبے کے حامل ہیں۔اور ایک پائے کے بزرگ بھی مانے جاتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ ہمارے سات اصول ہیں۔کتاب اللہ پر مکمل عمل،سنت رسول کی پیروی، اپنی ذات سے کسی کو نقصان نہ پہنچنے دینا، گناہوں سے دور رہنا نیز توبہ و استغفار کرتے رہنا۔حضرت سلطان الہند معین الدین اجمیری کا یہ مقولہ تاریخ اجمیر میں رقم ہے کہ:

> ''اے لوگو! تم میں سے جو رسول اللہ کی سنت ترک کرے گا وہ شفاعت رسول سے محروم رہے گا۔''

مختصر یہ کہ تصوف وہ رہنما ہے جو سالک کو ہر وقت باخبر رکھتا ہے تا کہ کہیں مقصود نگاہ سے اوجھل نہ ہو جائے۔ تصوف کے رموز میں ایک اہم رمز ہے کہ جب بندہ نماز کے لیے بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہو اور یہ دیکھے کہ قبلہ رو ہے یا نہیں تو اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھے کہ جائے نماز اور لباس پاک ہیں یا نہیں نیز یہ بھی دیکھے کہ اس کا تصور پاک ہے یا نہیں، دل مالک حقیقی کی طرف پوری طرح مائل ہے کہ نہیں۔یعنی تصوف ہر لمحہ سالک کو باخبر کرتا رہتا

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

ہے کہ مقصود اصلی یعنی رب العالمین کے خیال سے دل کبھی غافل نہ ہونے پائے۔ اس باب میں اکبرالہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

قرآن رہے پیش نظر، یہ ہے شریعت
اللہ رہے پیش نظر ، یہ ہے طریقت

اس حقیقت کی عقدہ کشائی کی جائے تو یہ عیاں ہوتا ہے کہ فقیہ بھی مخاطب کرتا ہے کہ اے بندے اللہ کا نام لے مگر اس طرح کہ وہ تیرے دل میں اتر آئے۔ یعنی صوفی کا ماننا ہے کہ صرف زبان سے اللہ کا نام لینا کافی نہیں ہے، زبان کے ساتھ دل کو بھی ذکر وافکار میں مستغرق ہونا چاہیے۔ یعنی اگر اختصار کے ساتھ کام لیتے ہوئے کہا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ تصوف دل کی نگہبانی کا اصطلاحی نام ہے۔ راہ تصوف کے تمام جہد عمل، ذکر وفکر، محاسبہ و مراقبہ وغیرہ کا مقصد یہی ہے کہ دل مشاہدہ و حضور ﷺ کی اتباع سے ہم کنار ہوجائے۔ اسلامی تعلیمات میں محبت الٰہی، مکارم اخلاق اور خدمت خلق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ تصوف کی تعلیمات بھی اسی زمرے میں آتی ہیں، اور صوفیائے کرام نے ہر عہد میں اپنی عملی جد وجہد کے ذریعے اسلام کے اخلاقی وروحانی نظام کو قائم ودائم رکھا اور سارے عالم نے ان کے روحانی فیضان سے استفادہ کیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

تصوف کے موضوع پر ادبا وشعرا اور علمائے کرام کی بے شمار تخلیقات منظر عام پر آچکی ہیں جن سے نہ صرف تصوف کی اہمیت وعظمت پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اس کے اسرار ورموز سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔ ان مستند تخلیقات میں قوت القلوب، شیخ ابوطالب مکی، طبقات الصوفیہ، شیخ عبد الرحمٰن سلمی، حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی، الرسالۃ القشیریہ، امام قشیری، کشف المحجوب، شیخ علی بن عثمان ہجویری، تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطاری، عوارف المعارف شیخ سہروردی، فوائد الفوائد ملفوظات، شیخ نظام الدین اولیاء، خیر المجالس ملفوظات، شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی، وغیرہ قابل ذکر ہیں، جن کے مطالعے سے یہ عقدہ کھلتا ہے کہ ان میں صرف زبان ہی نہیں عملیطور بھی کتاب وسنت پر عمل کی تلقین ملتی ہے اور واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اکابر صوفیائے کرام کے مجاہدات، ریاضت اور مراقبات کی بنیاد اساس قرآن واحادیث کی تعلیمات پر ہی مبنی ہیں اور ان کی پاک ومنزہ حیات حیات شعائر اسلامی کی تابندہ تصویر ہیں۔

صوفیائے کرام کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ انھوں نے دماغ کے ساتھ دل کی تربیت اور اصلاح کی اہم ترین خدمت بھی انجام دی اور یہ بات کسی وضاحت اور تفصیل کی محتاج نہیں کہ دل ہی اصل جوہر ہے نہ کہ دماغ، اگر دل فاسد اور پراگندہ ہوجائے تو دماغ کا فاسد اور پراگندہ ہوجانا یقینی ہے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا ہے:

> ''انسان کے جسم میں ایک عضو ہے اگر وہ صالح ہوجائے تو سارا جسم صالح ہوجائے اور اگر وہ فاسد ہوجائے تو سارا جسم فاسد ہوجائے۔ آگاہ ہوجاؤ، وہ قلب ہے۔''

حضرات علمائے کرام نے علمی ونظری دلائل سے اسلام کی حقانیت کو خلق میں عام کیا جب کہ صوفیائے کرام کا اختصاص یہ ہے کہ انھوں نے اپنے اعمال واخلاق اور اپنی سیرت سے اسلام کی صداقت اور عظمت کو ظاہر کیا اس

لیے تصوف یا طریقت شریعت سے علاحدہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ حقیقی معنی میں مذہب اسلام کی روح ہے۔ لیکن کوئی اسنانی تک وہ خواہ کتنی ہی اہم اور قابل قدرت کیوں نہ ہو جب وہ افراط وتفریط اور عمل وردعمل کا شکار ہوتی ہے تو اس کی روح مجروح ہوتی ہے۔ اس لیے متکلمین نے اسلام کو یونانی فلسفہ کی زد سے بچانے میں بڑی قابل قدر خدمت انجام دی ہیں لیکن آگے چل کر جب مسلمانوں میں علم کلام شک وشبہ پیدا کرنے کا سبب بن گیا تو یہ علم کا کلام ایک بڑے انتشار کا منبہ ومخرج ثابت ہوا، اس کے مضر اثرات تصوف پر بھی پڑے۔

تصوف کی اہمیت وعظمت کو دیکھ کر فرضی اور نقلی لوگ صوفیاء کی شکل بنا کر ان کے اور ان کے درمیان داخل ہو گئے اور اپنے مقصد کے تحت شریعت اور طریقت میں تفریق کا نظریہ پھیلانے لگے۔ مجاز پرستی، قبر پرستی اور نغمہ وسرور کو روحانی ترقی کا لازمی جزو بنا دیا اور دنیاوی احوال سے گریز کو رہبانیت قرار دے دیا۔ مگر ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اہالیان علم نے ہمیشہ ان ریشہ دوانیوں کی رد میں صدائیں بلند کی اور بعد میں آکر داخل ہو جانے والے غیر متصوفانہ عناصر کو خارج کرنے کی سعی مسلسل کی۔ اور اس کے نتائج مثبت ثابت ہوئے اور مذکورہ اشخاص کو تصوف کے رمز شناسوں اور اہل علم نے نہ صرف رد کیا بلکہ اور بھی شدت وعقیدت سے کے ساتھ اس راہ پر چل پڑے جو حضرات صوفیائے کرام کی راہ رہی ہے۔

11.3 تصوف کی تعریف

"لغت کے اعتبار سے "صوف" کے معنی "اون" کے ہیں اور "تَصَوّف" جس کے معنیٰ "اونی لباس" یا "اون کا لباس" کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو اونی لباس پہنتے ہیں۔ یہ عربی سے اسم مشتق ہے۔ اور عربی قواعد کے اعتبار سے یہ ثلاثی مزید فیہ کے باب تفعل سے مصدر ہے۔ اور اردو میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہے۔ چوں کہ اونی لباس انبیائے کرام اور اولیائے عظام کا پہناوا تھا۔ اور شعار رہا ہے۔ تصوف کو ہمیشہ ترک دنیا کی علامت سمجھا گیا ہے۔ اس لیے اہل تصوف نے اس لباس کو اختیار کیا جس کی بنا پر یہ گروہ صوفیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اعتبار سے صوفیہ سے مراد وہ شخص ہے جس نے دنیا وآخرت کے اجر وجزا سے بے نیاز ہو کر محبوب حقیقی سے بے لوث محبت اور دوستی کا رشتہ قائم کیا۔

تصوف کی بنیاد تمام تر باطنی واردات پر ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا مسلک ہے جس کے وسیلے سے قلب کی صفائی حاصل کی جاتی ہے۔ تصوف کے علم کو معرفت کا علم کہا جاتا ہے۔ جس میں تزکیہ نفس پر زور دے کر انسان کے باطن کو پاک اور صاف کیا جاتا ہے۔ تصوف دراصل صوفیوں کا وہ طریقہ یا راستہ ہے جس میں درویش ہی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور اپنے جذبات کا اظہار صرف لباس سے کرتے ہیں۔

11.4 اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ صوفی صوف سے ماخوذ ہے۔صوفی ہر قوم اور ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں چوں کہ تصوف ایک علم بھی ہے، ایک فلسفہ بھی اور ایک طرز زندگی بھی، ساتھ ہی تصوف طرز عمل بھی ہے۔ جو نفسِ انسانی کو روحانیت کی جانب مائل کرتا ہے۔صوفی رسم و رواج کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔ان کی خاصیت یہ ہے کہ برے پہلو میں بھی بھلائی کا پہلو نکال لیتے ہیں۔صوفی ہمیشہ اپنے نفس کے محاسبے پر زور دیتے ہیں۔صوفی حضرات ماہر نفسیات ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کا عوام کے دلوں پر قبضہ ہو جاتا ہے۔

شروع شروع میں مسلمان فقیر یعنی صوفیا ہندوستان میں پر خطر اور دشوار گزار راستوں سے سر بکف آئے۔چھوٹے گاؤں اور قصبات سے گزرے، وہاں قیام کیا لوگوں کو اپنے علم اور اخلاق سے متاثر کیا جس کے نتیجے میں عوام ان کی گرویدہ ہوتی گئی اور جیسے جیسے ان کا فیض پہنچتا گیا لوگ ان سے بیعت ہوتے گئے۔ان صوفیوں نے جو ہندوستانی زبان بولتے اور سمجھتے تھے عوام کی ہی زبان کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا اور رفتہ رفتہ پورے ملک ہندوستان میں چھا گئے۔ان میں خواجہ معین الدین چشتی، شیخ فرید الدین شکر گنج، شیخ حمید الدین ناگوری، بو علی قلندر، امیر خسرو، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، شاہ برہان الدین غریب، حضرت گیسو دراز بندہ نواز، حضرت قطب الدین عالم، حضرت شاہ عالم، حضرت سید محمد جونپوری، شیخ بہاء الدین باجن، شیخ عبد القدوس گنگوہی، شمس العشاق شاہ میراں جی، حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری، شیخ وجیہ الدین احمد علوی، شیخ بہاء الدین برناری، سید شاہ ہاشم حسنی العلوی، شاہ امین الدین اعلیٰ، سید میداں حسینی شاہ، قاضی محمود دریائی بیر پوری، شاہ علی محمد جیو گام دھنی، میاں خوب محمد چشتی، شاہ برہان الدین جانم اور بابا شاہ حسینی کے نام قابل ذکر ہیں۔ان صوفیا کے علاوہ اور بھی صوفیا ہیں جنھوں نے اپنے فیوض و برکات سے اردو زبان کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ہم یہاں ان صوفیائے کرام کے کلام کو بطور نمونہ درج کرتے ہیں۔

تن دھونے سے دل جو ہوتا پاک　　پیش رو اصفیا کے ہوتے غوک
ریش سبلت سے گر بڑتے ہوتے　　بوکڑوواں سے نہ کوئی بڑے ہوتے
خاک لانے سے گر خدا پائیں　　گائے بیلاں بھی واصلاں ہوجائیں
گوش گری میں گر خدا ملتا　　گوش چویاں (ہکذا) کوئی نہ واصل تھا

نظم شکر گنج

وقتِ سحر وقت مناجات ہے　　خیز دراں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگوید ترا　　خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے

باتن تنہا چہ روی زیر زمیں نیک عمل کن کہ رہی سات ہے

پند شکر گنج کہ بدل جان شنو ضایع مکن عمر کے ہیہات ہے

غزل ریختہ۔شکر گنج

سجن سکارے جائیں گے اور نین مریں گے روے

بدھنا ایسی رین کو، بھور کدھی نہ ہوئے

شیخ شرف الدین بوعلی قلندر

زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نینا بنائے بتیاں

کہ تاب ہجراں نہ دارم اے جاں نہ لیہو کا ہے لگائے چھتیاں

شبانِ ہجراں دراز چوں زلف و روزِ وصلش چہ عمر کوتاہ

سکھی پیا کوں جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکیں

کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں

امیر خسرو

صوفیا کے یہ وہ کلام کا نمونہ ہے جو ان کے قدیم بیاضوں میں موجود ہیں انھوں نے اپنے ملفوظات، اقوال اور شعر وسخن کے ذریعہ اردو کے کارواں کو آگے بڑھایا۔ شیخ بہاء الدین باجن کو اردو کا پہلا باقاعدہ ادیب کہا جاتا ہے۔ خزائن رحمت اللہ کے نام سے ان کے فارسی اور ہندوی کلام کا مجموعہ بھی ہے۔ صوفیا کے یہاں مخلوط زبانوں کا معیار خاص طور پر مقامی بولیوں اپ بھرنش اور مخلوط زبان فارسی زیادہ ملتی ہے۔

قاضی محمود دریائی، سنت کبیر، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور شیخ علی محمد جیو گام دھنی کی تخلیقات سے اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہویں صدی کے آغاز تک گجرات میں فارسی زبان کے ساتھ ہندوی الفاظ کا بھی استعمال شروع ہو گیا تھا۔ شیخ فرید الدین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔ ان کا قیام پاک پٹن میں تھا ان کے ہندوستانی زبان کے دو نثری نمونے ''پونوں کا چاند بھی بالا ہے'' اور ''اے صابر برو بھوگھا خواہی کرو'' قابل ذکر ہیں اسی طرح ان کی منظوم تخلیقات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ نمونہ کا یہ شعر دیکھیے:

عشق کا رموز نیارا ہے جز مدد پیر کے نہ چارا ہے

علاء الدین خلجی کے عہد میں شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی پائے کے صوفی تھے۔ آپ صاحب جلال صوفی

ہونے کے ساتھ عوام کے نزدیک ہر دل عزیز بھی تھے۔ ان کی عوام میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ علاء الدین خلجی اپنے چچا جلال الدین خلجی کو قتل کر کے تخت پر قابض ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میری اس سفا کی پر پردہ پڑ جائے اس کے مصاحبوں نے کہا کہ بوعلی قلندر کو خوش کرنا اس لیے ضروری ہے کیوں کہ اس کے بغیر عوام خوش نہیں ہوگی۔ بوعلی کو خوش کرنے لیے امیر خسرو کام پر متعین ہوئے۔ انھوں نے گا بجا کر بوعلی کو خوش کر لیا اس کے بعد انھوں نے اپنا کچھ کلام سنایا جس سے سن کر امیر خسرو آبدیدہ ہو گئے۔ بوعلی نے فرمایا ''تو کا کچھ سمجھ دا ہے'' امیر خسرو نے کہا اسی لیے تو روتا ہوں کہ کچھ نہیں سمجھتا۔ حضرت بوعلی کے نثری اور منظوم دونوں اقوال محفوظ ہیں۔ ان کے ایک فارسی شعر کا اردو ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

گفت اوخندہ زنان گریہ چو کردم بدرش
بو علی ہست مگر عاشق دیوانہ ما
جب میں اس کے دروازے پر گریہ وزاری کی
تو اس نے کہا کہ شاید بوعلی ہمارا دیوانہ عاشق ہے

قاضی محمود دریائی کے بارے میں بعض تذکروں میں ان کے منسوب کرامتوں کے ذیل میں ملتا ہے کہ جب کسی کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی اور ڈوبنے لگتی تو اس وقت اگر وہ قاضی صاحب کو یاد کر لیتا تو کشتی بھنور سے نکل جاتی۔ اسی مناسبت سے ان کا لقب دریائی پڑا۔

مولوی عبدالحق نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''ان کا مشرب عشق و محبت تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کا سارا کلام اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ زبان ہندی ہے جس میں کہیں کہیں گجراتی اور فارسی عربی کے لفظ بھی آ جاتے ہیں۔ کلام کا طرز بھی ہندی ہے، چوں کہ موسیقی کا خاص ذوق تھا اس لیے ہر نظم کی ابتدا میں راگ راگنی کا نام بھی لکھ دیا ہے۔

نینوں کا جل لکھ تنبو لاناک موتی کل بار
سیں نماؤں نیہ پاؤں اپنے پیر کروں بار

شیخ خوب محمد چشتی کا شمار گجرات کے اہم اور گجراتی کے سب سے بڑے شاعروں میں ہوتا ہے وہ اکابر صوفیہ میں سے تھے۔ ان کی مشہور تصنیف ''خوب ترنگ'' ہے۔ باوجود اس کے قبل کسی صوفی نے ہندوی/ہندی شمالی ہند میں استعمال نہیں کی۔ شمالی ہندوستان کی یہی کھڑی بولی رفتہ رفتہ ترقی کر کے اردو زبان کی شکل اختیار کر گئی۔

تمام ہی اکابر صوفیہ کی جولسانی خدمات ہیں اس نے اردو کو زبان کی حیثیت سے اس ملک کے کونے کونے میں پھیلایا اور عوام کو اس زبان سے اتنا قریب کر دیا کہ یہ بولی سے زبان کی صورت اختیار کرتی چلی گئی۔ زبان کی

تشکیل کے اس مراحل میں راہ سلوک اور فنا فی اللہ کے جذبے نے حقیقت اور مجاز کے پہلو کو واضح کر دیا جس کا نمونہ اردو کی غزلیہ شاعری میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے صوفیا کرام کا یہ اعجاز ہے کہ انھوں نے حقیقت اور مجاز کے دبیز پردے کو ہٹا دیا اور اٹھارہویں صدی تک آتے آتے اردو شاعری میں صوفیانہ مضامین کی کثرت ہوگئی۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اردو شاعری کی ابتدا متصوفانہ خیالات سے ہی ہوتی تھی۔ جہاں راہ سلوک کی منزلوں کو طے کرنے کے لیے عشق ضرور تھا۔ جو بعد میں یہی مجازی عشق حقیقی عشق کا زینہ ثابت ہوا۔ صوفیہ کے یہاں عشق مقالی بولی کے اعتبار سے خود سپردگی کے معنی میں بولا جاتا ہے جو کہ خالص ہندی روایت ہے۔ جب یہ سلسلہ ولی تک پہنچا تو ولی نے تصوف کے راستے سے عشق حقیقی سے عشق مجازی کو سمجھایا۔ دراصل صوفیا نے خواہشات نفسی کو مارنے کے لیے نفس کشی کی تعلیم دی۔ جس میں انسان کو اپنی خواہشات کے بدلے توکل اور قناعت کی تعلیم دی جسے بعد کے شعرا نے بھی صوفیہ انھیں نظریات اور تعلیمات کو عام کیا۔ ولی نے کہا کہ:

عشق میں لازم ہے اول ذات کو فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

ولی کوں نہیں مال کی آرزو
خدا دوست نہیں دیکھتے زر طرف

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے

مندرجہ بالا اشعار کے مکالمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولی نے اکابر صوفیہ شعرا کے افکار و نظریات کو اور تعلیمات کو اپنے اشعار میں کس طرح برتا ہے۔ پہلے شعر میں فنا فی اللہ کی تعلیم دی گئی ہے جب کہ دوسرا شعر توکل اور قناعت پر مبنی ہے۔ تیسرے شعر میں عشق کے تیر کاری کے بعد زندگی کا بھاری لگنا گویا عاشق اپنے محبوب سے وصال کا تمنائی ہے۔ اس طرح میر تقی میر کے یہاں خود سپردگی کی جو روایت ہے وہ اسی ہندی روایت کا حصہ ہے جب کہ غالب کی انانیت ایرانی روایت کا حصہ ہے۔

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

بندگی میں بھی وہ آزار خود بیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہ ہوا

خواجہ میر درد اردو کے عظیم صوفی شاعر ہیں۔ اردو شعر و ادب کی تاریخ میں درد کا مقام بہت بلند ہے۔ اردو شاعری میں ان کا مقام و مرتبہ صوفی شاعر کے اعتبار سے ہی متعین کیا جاتا ہے۔ درد بذاتِ خود نقشبندیہ سلسلے سے تھے۔

اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ

دلی جب اجڑ رہی تھی اور تباہ حال تھی۔ اس پرآشوب دور میں بھی درد نے دلی نہیں چھوڑی۔ جب کہ بیشتر شعرا نے دلی چھوڑ کر لکھنؤ اور بعض دوسرے مقامات کو ہجرت کر رہے تھے۔ درد کا کلام اردو کے تقریباً تمام شعرا سے منفرد ہے۔ ان کے یہاں ایمان وایقان، عقائد اور توکل کے علاوہ دوسرے پہلو بھی ہیں۔ ان کے یہاں جذبہ وجنون کے ساتھ اپنی ہستی کو ذات باری تعالیٰ میں گم کردینے کا جذبہ بھی ملتا ہے۔

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

آتش عشق قہر آفت ہے
ایک بجلی سی آن پڑتی ہے

درد کے کلام کی بنیادی خصوصیت تفکر کا تصور و تفعل ہے۔ اردو کی ترقی کے باوجود آج بھی صوفیائے کرام کے ابتدائی نقوش اتنی ہی اہمیت کے حامل ہیں جتنے ابتدائی دور میں تھے کیوں کہ اردو کی ترویج واشاعت میں صوفیا کا جو کردار رہا ہے وہ بے حد اہم ہے۔ کیوں کہ زبان کی شیرینی، حلاوت اور اس کی تشکیل انہیں صوفیہ کی مرہونِ منت ہے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ زندگی کے مختلف میدانوں میں متصوفانہ اصولوں پر کاربند رہے۔ خواہ علم وفن اور ادب کا میدان رہا ہو یا سلوک ومعرفت کا کسی بھی میدان عمل میں صوفیہ کی نذیر نہیں ملتی یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ اردو کی تشکیل اور فروغ میں صوفیائے کرام کی خدمات غیر معمولی رہی ہیں۔ اخیر میں مختصراً یہ عرض کرنا ہے کہ اردو کے فروغ اور نشوونما میں صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ جنھوں نے اپنی وعظ ونصیحت کے ذریعے عوام الناس تک پہنچنے اور سبھی کو خواہ وہ کسی مذہب اور عقیدے سے تعلق رکھتا ہو اسے تصوف کے رموز واعجاز سے سرشار کیا۔ آپسی اخوت اور ہم آہنگی سے روشناس کیا اور خواص کے طبقے سے الگ ایک ایسی عام روش اختیار کی جس سے لوگوں کو شریعت کے ساتھ ساتھ معرفت کے فیوض و برکات سے بھی ہم کنار کیا۔ واقعہ ہے کہ شیخ فریدالدین شکر گنج کی آنکھ پر پٹی بندھی دیکھ کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے سبب جاننا چاہا تو انھوں نے فرمایا کہ:

''آنکھ آئی ہے'' اس پر خواجہ نے فرمایا کہ ''اگر آنکھ آئی ہے ایں چرابستہ اید'' اسی طرح شیخ حمیدالدین ناگوری سے ان کے بارے میں فرمایا: ''ہاں بابا کچھ کچھ'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عوامی زبان مجلس اور واعظ ونصیحت تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ ان صوفیاء کی باہمی گفتگو تھی۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کی تصانیف میں بھی مقامی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ ان کے مرید خواجہ امیر خسرو نے اردو کی ابتدائی نشوونما میں نمایاں کردار ادا کیا، اسی زمانے میں شیخ بوعلی قلندر پانی پتی نے بھی قدیم اردو میں دوہے کہے اور متصوفانہ مزاج کو عام کیا ان کے بعد شیخ شرف الدین یحییٰ منیری ایک معروف صوفی شاعر تھے ان کے متصوفانہ افکار ان کے دوہے، فالنامے وغیرہ میں ملتے ہیں۔ اور یہ اردو کے ابتدائی نشوونما میں بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی برج بھاشا کے شاعر تھے اور

الکھ داس تخلص کیا کرتے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ایک فارسی عبارت سمجھانے میں یہ مصرعہ کئی بار ان کی زبان سے ادا ہوا کہ ''پربت بسے ہمارے میت'' اس ضمن میں خسرو کے متصوفانہ کلام کے یہ نمونے بہت ہی معروف و مقبول ہوئے اور آج بھی اردو کی متصوفانہ شاعری میں ان کو بطور تمثیل پیش کیا جاتا ہے۔

گوری سوے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے رین بھئی چھوں دیس

بالا تھا جب سب کو بھایا
بڑھا ہوا کچھ کام نہ آیا
خسرو کہہ دیا اس کا ناؤ
بوجھے نہیں تو چھوڑے گاؤں

ان صوفیائے کرام کے علاوہ اردو کی ابتدائی نشو ونما اور فروغ میں نام دیو، کبیر اور گرونانک کے نام بھی بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہاں دونمونے ملاحظہ کریں:

مائے نہ ہوتی، باپ نہ ہوتا، گرم نہ ہوتی کائیا
ہم نہیں ہوتے، تم نہیں ہوتے ، کون کہاں تے آئیا

نام دیو

کبیر سر پر سرائے ہے، کیا ہوئے سکھ چین
سوانس فکارا باج کا باجت ہے دن رین

کبیر داس

بعد کے ادوار میں متصوفانہ شاعری کے بہت سے نمونے سامنے آئے اور خواجہ میر درد تک آکر اسے عروج حاصل ہوا۔ اور یہ سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے اور صوفیانہ شاعری کے ذریعہ متعدد شعرا عوام الناس کو ایک دھاگے میں پرونے کے کام انجام دینے میں مصروف ہیں۔

11.5 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- تصوف کسے کہتے ہیں؟ یعنی تصوف کی تعریف کیا ہے

- تصوف ایک مسلک، ایک فکر، عملی اور علمی رویہ ہے
- تصوف کو چار ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے
- صوفیائے کرام کا مقصدِ زندگی کیا تھا
- صوفیائے کرام عوام کے دلوں میں کس وجہ سے گھر کر لیتے تھے
- صوفیوں کی سب سے خاص بات کیا تھی

11.6 اپنا امتحان خود لیجیے

1- تصوف میں روحانیت سے کیا مراد ہے؟

2- حضرت امیر خسرو کے عہد کے چار صوفیوں کے نام لکھیے؟

3- اردو کے فروغ میں امیر خسرو کی اس غزل کے دو شعر لکھیے جو بہت مقبول ہیں؟

4- کس صوفی شاعر کو اردو کا پہلا باقاعدہ ادیب کہا جاتا ہے؟

5- صوفی قاضی محمود دریائی کا لقب دریائی کیوں پڑا؟

6- دو معروف صوفی شاعر کا نام لکھیے اور ان کا ایک ایک شعر بھی لکھیے؟

11.7 سوالات کے جوابات

1- تصوف میں روحانیت سے مراد خدا تعالیٰ کی معرفت، معرفتِ حق کا حصول ہونا ہے۔

2- شیخ شرف الدین یحییٰ منیری۔ حضرت گیسو دراز بندہ نواز۔ شیخ بہاء الدین باجن۔ شمس العشاق شاہ میراں جی۔

3- زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نینا بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبانِ ہجراں دراز چوں زلف وروز وصلش چہ عمر کوتاہ
سکھی پیا کوں جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

4- شیخ بہاء الدین باجن کو اردو کا پہلا باقاعدہ ادیب کہا جاتا ہے۔

5- جب کسی کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی اور ڈوبنے لگتی تو اس وقت اگر وہ قاضی صاحب کو یاد کر لیتا یا ان کے نام کا ورد کرتا تو کشتی بھنور سے نکل جاتی۔ تذکروں میں ان سے منسوب کرامتوں میں اس کرامت کا بھی ذکر ہے۔

6- خواجہ میر درد اور میر تقی میر۔

جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا　　　　تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا (درد)

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں　　　　تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں (میر تقی میرؔ)

11.8 فرہنگ

لفظ	معنی
باطن	درون، اندر کا
قلب	دل، اندرون
بے رغبتی	بے توجہی
صفات	صفت کی جمع، خوبی، تعریف
متصف	صفت رکھنے والا
شیوہ	عمل، ڈھنگ
ریاضت	سکھانا، نفس کُشی
مجاہدت	کوشش کرنا، نفس کُشی
روشناس	آشنا، جان پہچان والا
سلوک	رویہ، عمل، برتاؤ
تذکیہ	پاک کرنا، صفائی کرنا
مجتہد	کوشش کرنے والا
عہد	زمانہ، دور
اشاعت	کسی عقیدے یا خیال وغیرہ کی ترویج، تبلیغ
تبلیغ	پیغام پہنچانا، شریعت کے احکام پہنچانا
فیض	فائدہ، نفع
اسم	نام
مشتق	نکلا ہوا، اخذ کیا ہوا
ثلاثی	تین، تین سے منسوب
مصدر	نکلنے کی جگہ
شعار	نشان، پہچان

ترک	چھوڑنا، الگ
بے لوث	بے غرض
واردات	وارد کی جمع، وہ حال جو آدمی پر گزرے
وسیلے	ذریعہ، واسطہ
ماخوذ	وہ چیز جو کہیں سے لی گئی ہو۔ اخذ کیا ہوا
طرز	انداز، طرح
محاسبہ	مواخذہ، اپنے نفس کی جانچ پڑتال کرنا
سرِ بکف	جان دینے پر تیار
بیعت	(ہاتھ پر ہاتھ رکھنا) دینی و دنیاوی امور میں شریعت کی پیروی کرنے کے لیے کسی کو رہبر و رہنما ماننے اور اس کے کہنے پر عمل کرنے کا عہد۔
پوک	سپاری کا درخت
غوک	مینڈک
ریش	رخساروں اور ٹھوری پر اگنے والے بال۔ داڑھی
سحر	طلوع آفتاب سے کچھ پہلے کا وقت، بھور، تڑکا
مناجات	وہ نظم جس میں خدا کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے دعا اور التجا کی جائے۔
	کسی سے علیحدہ بات کرنا
گوش	کان
واصل	ملنے والا، ملاقات کرنے والا
ہیہات	افسوس، ہائے
تغافل	بے خبری، بے توجہی
ہجراں	جدائی، فراق
چھتیاں	چھاتی
شبانِ ہجراں	رات بھر کی جدائی
زلف	لمبے بال
صلش	ملنا، ایک جان ہونا
ملفوظات	ملفوظ کی جمع اقوال

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

تخلیق	پیدا کرنا، وجود میں لانا
قابض	قبضہ کرنے والا، روکنے والا
سفا کی	بے دردی، کشت وخون
مصاحبوں	دوست، ساتھ میں رہنے والے
مشرب	پینا، پانی پینے کی جگہ
شمالی	شمال کا۔شمال سے منسوب
اکابر	اکبر کی جمع بڑے لوگ۔ بزرگ لوگ
تشکیل	خاکہ تیار کرنا،شکل بنانا، بنانا
فنا	موت، ہلاکت
مجاز	جو حقیقت نہ ہو،مراد
دبیز	موٹا،مضبوط
سپردگی	سونپنا،حوالے کرنا
قناعت	صبر،تھوڑی سی چیز پر رضامندی
پُرآشوب	فتنہ انگیز،فساد سے بھرا ہوا
بیشتر	زیادہ تر، بہت زیادہ
منفرد	اکیلا، جدا، اکیلا ہونا
ایقان	یقین،عقیدہ
توکل	اعتماد کرنا،خدا پر بھروسہ کرنا
ہستی	وجود، ہونا، زندگی
ارض	زمین، ملک، سرزمین
سما	آسمان، بلندی
وسعت	کشادگی، چوڑائی
قہر	آفت،مصیبت
تفکر	فکر،سوچ، بچار
نقوش	علامات،نشانات
ترویج	رواج، رواج دینا

شیرینی	لذیز، پیارا، میٹھا
حلاوت	میٹھاس، شیرینی
مرہون منت	شکر گزار، احسان مند
معرفت	حق شناسی خدا شناسی
فروغ	رونق، تابانی
غیر معمولی	جس کی اہمیت بہت زیادہ ہو
اشتیاق	شوق، آرزو
عروج	بلندی، ترقی
منبع	سرچشمہ
ضمن	شرکت، شمول
توضیح	تشریح، شرح
بشر	انسان، آدمی
ضو پاشی	روشنی بکھیرنا
تاریکی	اندھیرا
امتیاز	برتری، ترجیح
استغفار	گناہوں کی معافی کے لیے دعا کرنا
مقولہ	کہنا
شفاعت	سفارش
مقصود	قصد کیا گیا
رموز	پوشیدہ باتیں
نیز	بھی، اور، دیگر
فاسد	خراب، نقصاندہ
عضو	بدن کا کوئی حصہ
وضاحت	صاف

11.9 کتب برائے مطالعہ

-1	اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام	انجمن ترقی اردو ہند، اردو گھر، نئی دہلی		1988
-2	حافظ محمود خاں شیرانی	پنجاب میں اردو	مکتبہ کلیاں۔ بشیر گنج، لکھنؤ	1960
-3	رام بابو صاحب سکسینہ	تاریخ ادب اردو	اردو بازار جامع مسجد، دہلی	1966
-4	جمیل جالبی	تاریخ ادب اردو (جلد اول)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	1977
-5	محی الدین بمبئی والا	تصوف اردو ہندوستانی معاشرہ	موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی	1998

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY